



## سوال

(150) انشورنس کرنا ہے۔ جب کہ اختتام میعاد پر مقررہ رقم سے جو کچھ زائد ملتا ہے لخت

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انشورنس کرنا ہے۔ جب کہ اختتام میعاد پر مقررہ رقم سے جو کچھ زائد ملتا ہے۔ وہ عام سود کے طور پر مقرر نہیں جوڑا جاتا بلکہ بیمہ کی رقم تجارت میں لگا کر سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فیصدی پر رکھا جاتا ہے۔ کسی سال کچھ رقم منافع پر آتی ہے۔ دوسرے سال کچھ اور علماء کرام اس بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ حضرت مولانا امرتسری نے بھی استفتاء پر جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن کوئی دلیل نہیں فرمائی تھی۔ یہاں سکول کے اکثر اسٹاف انشورنس شدہ ہیں میں تذبذب میں ہوں۔

(محمود الحسن رحمانی صارن)

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

میرے نزدیک ان لوگوں کا قول صحیح ہے۔ جو زندگی کا بیمہ کرانے کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جنہوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

انسان یا جانور کی زندگی یا جائیداد کے بیمہ کرنے کی حقیقت پر غور کیا جائے۔ تو سوال کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ کہ انشورنس کرانے کو جائز بنانا سود کو حلال کرنا ہے۔ بیمہ کمپنیوں کا اصول ہے۔ کہ زندگی کا بیمہ کرانے والا یا بیمہ کرایا ہوا جانور بیمہ کی معینہ مدت سے قبل مر جائے یا بیمہ کرائی ہوئی جائیداد کی ناگہانی آفت سے مقررہ مدت کے اندر ضائع ہو جائے۔ تو بیمہ کی پوری مقررہ رقم اس کے ورثاء کو یا جائیداد اور جانور کے مالک کو مل جاتی ہے۔ اور اگر بیمہ کرانے والا یا جانور اور جائیداد مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہے۔ تو کل جمع کردہ رقم مع سود کے بیمہ کرانے والے کو یا جانور اور جائیداد کے مالک کو ملتی ہے۔ اور اگر کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بیمہ کرانے والا مسلسل دو سال تک مقررہ قسطیں ادا کرنے سے قہدا انکار کر دے یا مجبوراً دانہ کر سکے تو یہ بیمہ شدہ کمپنی ادا شدہ قسطوں کو ضبط کر لیتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ مقررہ مدت کے اندر مر جانے یا بیمہ کردہ چیز کے تلف ہو جانے کی صورت میں اور اسی طرح مقررہ مدت تک زندہ اور محفوظ رہنے کی صورت میں بیمہ کمپنیاں بیمہ کرانے والوں کو یا ان کے ورثہ کو ان کی جمع کردہ رقم سے فائدہ جو کچھ دیتی ہیں اسکی کیا حیثیت اور نوعیت ہے اور وہ کہاں سے آتا ہے ظاہر ہے وہ صدقہ و خیرات یا تحفہ و ہدیہ تو ہے نہیں اور نہ ہی قرض ہے پھر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بیمہ کمپنی جمع شدہ رقم دوسروں کو سود پر دیتی ہے۔ اور اس میں سے ایک معین حصہ بیمہ کرانے والے کو بانٹ دیتی ہو۔ جیسا کہ عام بینکوں کا طریقہ ہے۔ یا یہ کہ بیمہ کمپنی خود ہی اس روپے سے تجارت کرے۔ اور اس کے منافع سے ایک معین اور طے شدہ منافع ادا کرنے ہی کا نام سود ہے۔ اور یہ خیال اور توجیح کہ بیمہ کرانے والے اس تجارت میں شریک یا رب المال اور مضارب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور بیمہ کمپنی عامل و مضارب (بفتح الراء) کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس زائد رقم اس حیثیت سے بیمہ کرانے والوں کے لئے حلال و طیب ہوگی۔ غلط اور باطل ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ صورت حال ہو تو ان شرکاء یا ارباب اموال (بیمہ کرانے والوں) کو ایک طے شدہ معینہ



رقم نہیں ملتی چاہے بلکہ کسی اور عیسیٰ کے ساتھ نفع نقصان دونوں میں شریک رہنا چاہیے۔ اور یہاں ایک طے شدہ معین ہی نفع ملتا ہے۔ اور سوال میں زکوٰۃ صورت یا توجہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ بیمہ کمپنیاں عام طور پر اصل رقم سے جو کچھ زائد دیتی ہیں۔ اس کی شرح اور مقدار پہلے سے ہی معین کر دیتی ہیں۔ اور اگر اس کو کوئی کمپنی اصولاً معین نہ کرتی ہو۔ بلکہ زید رقم کو سالانہ نفع اور نقصان کا لحاظ کر کے فی صد پر رکھتی ہو تب بھی یہ طریقہ وجہ جواز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ اس کاروبار میں نقصان کا سوال آنے ہی نہ دیا جاتا و نیز بیمہ کمپنیوں کے مستفاد اصولوں میں سے ایسے اصول بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ سارا کاروبار اور ڈھانچہ ہی شرعاً ناجائز ہے کما سیاتی۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے۔ پہلے بیمہ کرانے والوں کو بعد کے بیمہ کرانے والوں کو روپیہ دیا جاتا ہو۔ لیکن اس طرح ایک کی رقم دوسرے کو دے دینے کا حق شرعاً کسی کو بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جواز فتویٰ دینا سود یا قمار کا فتویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کچھ رقم جمع کرنے کے بعد بقیہ اقساط کے قصد یا جبراً ادا کرنے کی صورت میں ادا شدہ قسطوں کا ضبط کر لینا کسی شرعی ضابطے کی رو سے یہ اکل مال باطل نہیں تو اور کیا ہے۔ نیز بیمہ کرانے والوں کیلئے ایسے کاروبار کرنے والوں کو روپیہ دینا جو بغیر کسی شرعی سبب کے ان کی رقم ایک غلط اصولوں کی رو سے ہضم کر لیں۔ کہاں سے شرعاً جائز ہے۔ بحر حال انشورنس کا کام شرعاً ناجائز ہے۔ یہ بلورپ کے نظام سرمایہ داری کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ اور اس کا تصور بھی اسلامیت سے سخت بعید ہے۔ پس زندگی کا بیمہ کرنا کیونکر ناجائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم (رسالہ مصباح) ص 9 بابت شوال المحرم سن 1372ھ

## تغاب

اہل حدیث 22 مارچ رواں میں بیمہ زندگی کے متعلق آپ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ سائل کا سوال نہایت واضح ہے۔ کمپنیاں کبھی زائد لیتی اور کم دیتی ہیں۔ اور کبھی کم لیتی ہیں اور زائد دیتی ہیں۔ 1

اگر لکیر زدہ عبارت پر غور کیا جاتا تو اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیا جاتا اس لیے کہ سائل کے یہ الفاظ حرمت کو خود ثابت کر رہے ہیں۔ اس طرح کہ زائد لین اور کم دین یا کم لین اور زائد دین یہ کسی عیسیٰ کو ماور کسی لئے بس یہی کسی اور عیسیٰ سود یا قمار کی ایک قسم ہے اور اکثر بیمہ کمپنیاں دھوکہ اور فریب پر مبنی ہوتی ہیں۔ پھر اس جملہ رقم سود پر چلائی جاتی ہے۔ اور اس کمپنی کا کام سود و رسود حاصل کرنا اور دینا ہوتا ہے۔ کمپنی کم لے کر جب زائد دیتی ہے۔ تو یہ عین سود ہے۔ لَاتَأْكُلُوا لِرَبِّوَا ضَعْفًا مُضَاعَفَةً اور کمپنی نے لیا تو زائد اور دیا کم تو کیوں۔ تو بعینہ یہ قمار یعنی جو آکی قسم ہے بہر کیفیت بیمہ زندگی کا پر پہلو سیاہ اور شریعت کے خلاف ہے۔ قمار سٹہ لٹری اور سود کے مجموعہ کا نام بیمہ کمپنی ہے۔ لہذا قطعاً حرام ہے۔ صرف نام بدلا ہوا ہے۔ اور نام بدلے سے اصل نہیں بدلا کرتا۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب (ابو سعید عبدالرحمن فرید کوٹی از سکندر آباد 4 مئی سن 1934ء)

## فتویٰ مولانا ابوطیب عبدالصمد صاحب مبارکپوری

میرے نزدیک یشکوہ کا منافع کسی مسلم شخص کے لئے دو شرطوں کے ساتھ جائز اور حلال ہو سکتا ہے۔ مگر ان شرطوں کا وجود محال و ناممکن ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ روپیہ اس کاروبار میں لگایا جائے۔ جو کہ شرعاً جائز اور درست ہو۔ ممنوع اور ناجائز کام کے ذریعے وہ منافع حاصل نہ ہو۔ مثلاً سود کے ذریعے یا شراب اور دیگر حرام شے کی تجارت کے ذریعے نہ حاصل ہوا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ کمپنی اپنا تمام خرچ نکال کر جتنے بچے حساب داروں کو حصہ رسد کے مطابق پورا پورا دے۔ نہ کہ اکثر حصہ خود ہی رکھ لے۔ اور حساب داروں اور شرکاء کو برائے نام تھوڑی سی رقم دے کر نکال دے۔ الغرض جب تک ان دونوں شرطوں کا پایا جانا متحقق اور ثابت نہ ہو۔ اور اس نفع کا کسب و حلال و طیب ہونا یقینی طور پر نہ معلوم ہو شرعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا حکم ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔ (اہل حدیث امرتسر 31 دسمبر سن 1937ء)



مجلس البحث والدراسات  
محدث فتویٰ

## فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 14 ص 127-130

محدث فتویٰ